

مولانا عبدالقیوم حقانی*

آسمانِ علم و ادب کے روشن آفتاب مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

کوئی نالاں ، کوئی گریاں ، کوئی بسمل ہو گیا
ان کے اٹھتے ہی دگرگوں رنگِ محفل ہو گیا

بالآخر آسمانِ علم و ادب کا روشن آفتاب علم و ادب کی بھرپور ضیا پاشیاں کر کے عروج و کمال کے بعد
بالآخر غروب ہو گیا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل و مدرس، صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحمید زروبوی صاحبزادے برادر محترم حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ایک ماہ کی علالت کے بعد..... انتقال کر گئے، فانا للہ وانا الیہ راجعون، وہ اپنے اوصاف و کمالات میں علماء سلف کی یادگار، علوم کی جامعیت، ذہانت و ذکاوت، دین و تقویٰ، علم و ادب، درس و تدریس اور تواضع و مسکنت میں اس دور میں یگانہ تھے علم و ادب، شعر و سخن میں ان کی نگاہ نہایت وسیع اور اس حوالے سے ان کے قلم و زبان کی روانی یکساں تھی اپنی ذہانت و طباعی سے فوری شعر، حکایات، واقعات اور لطائف و نکات پیدا کرتے تھے معلوم ہوتا کہ شعر و ادب ان کے تابع ہے ان کی ذہانت کتابوں کے انبار سے بے نیاز تھی ان کا نکتہ آفریں دماغ اور معراج قلم جدرہ رخ کرتا شعر و ادب کے دریا بہا دیتا تھا جامعہ حقانیہ سے فارغ ہوتے ہی یہیں تقرر ہوا اور بقول شیخ الحدیث مولانا انوار الحق کے تادم زیست اپنے والد مرحوم کی طرح جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ایک چھوٹے سے کوارٹر میں فروغِ علم، درس و تدریس میں مشغول رہ کر بالآخر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی.....

شناور ان محبت تو سینکڑوں ہیں مگر جو ڈوب جائے وہ پکا ہے آشنائی کا

فانی صاحب نے طالب علمی کے زینے طے کرنے کے بعد اپنی مادر علمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تدریس شروع کی تو اپنی قابلیت، لیاقت اور استعداد و محنت کی بنیاد پر دورہ حدیث تک جانچنے اور حقانیہ میں استاذ حدیث

کے منصبِ جلیل پر فائز ہوئے۔

..... 0 0 0

روزِ اوّل سے ماہنامہ الحق سے وابستہ ہوئے، اپنے محسن و مربی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی سرپرستی میں ان کا قلمی، علمی اور ادبی فیض جاری رہا۔ مؤثر المصنفین، ماہنامہ الحق اور مدیر الحق کی رفاقت و صحبت کا یہ ثمرہ ظاہر ہوا کہ وہ بڑے وسیع المعرب اور نئے اور پرانے طبقوں میں نہایت مقبول اور خاص عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے جب شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق کی مصروفیات بڑھ گئیں اور مجھے ماہنامہ الحق کی خدمت کا موقع ملا۔ تب بھی سولہ (۱۶) سال تک مولانا فانی نے دست و بازو بن کر میرے ساتھ کام کیا، معاشرت، رقابت، حسد، کینہ اور بغض و عداوت جیسی باطنی بیماریوں سے محفوظ رہے مجھے یہ کہنے میں کوئی تاثر نہیں کہ وہ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی آراستہ تھے میں انہیں درویش کامل سمجھتا تھا فقر و درویشی کی شرابِ طہور نے انہیں بڑی کیفیت اور مستی پیدا کر دی تھی جس کا اثر ان کے شعر و سخن اور معاملات میں نمایاں تھا۔

..... 0 0 0

اس کی ایک ادنیٰ مثال ادبی حوالے سے ان کی معرکہ الآراء کتاب ”نفوسِ حقانی“ ہے وہ میرے معاصر تھے، مخدوم زادے بھی، ادیب بھی، صاحبِ علم و قلم بھی، اور مجھ سے ہر لحاظ سے کروڑ چند بڑھ کر صلاحیتوں اور عظمتوں کے مالک تھے۔ مگر ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا اور قلیل ترین مدت میں میری چند ابتدائی قلمی کاوشوں پر ایک مستقل کتاب تالیف فرمائی حالانکہ تحریری حوالے سے وہ میرے آغازِ کار کا زمانہ تھا۔

وہ میرے مخدوم زادے تھے میں ان کی خدمت کو سعادت سمجھتا تھا مگر ان کی فطری نہاد شفقت تھی تشجیع تھی وہ مجھ سے بے حد شفقت، تواضع سے پیش آتے تھے یہاں تک شفقت بلکہ شفقات کہ مجھے ان کی ہمہ جہتی نوعیت کے عنایات سے شرمندہ ہونا پڑتا تھا مرحوم نے میری اکثر کتابوں پر ارتجالاً منظوم تاثرات لکھے اور وہ اتنے ادبی اور جاندار اور بلند معیار کے تھے کہ اربابِ علم و دانش عیش و عشرت کراٹھے، ”شرح صحیح مسلم“ کی پہلی دو جلد چھپنے جا رہی تھیں کہ مسودات پر ان کی نظر پڑ گئی ورق الٹتے رہے دعائیں دیتے رہے دوسرے روز منظوم تاثرات کیا لکھے کہ بحرِ عشق و محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھے اور پھر فرمایا میرا یقین ہے کہ یہ میری مغفرت کا سامان بنے گا فرمایا اگر یہ منظوم تاثرات پر اس کتاب ہو جائیں تو میں اسے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانے میں رکھواؤں گا تا کہ یادگار رہے اور میرے ایمان کی شہادت بھی، چنانچہ کے حسب ہدایت پر لکھوا انہیں بھیج دیے گئے جو انہوں نے بڑے اہتمام سے جامعہ حقانیہ کے کتب خانے میں لگوادیا۔

جب سے مولانا راہِ حق پر گامزن ہوئے، ان کی خدمت و صحبت سے مولانا فانی ہمیشہ ان کے کام

تحریر اور الحق کے حوالے سے ان کی سلیقہ مندی کے معترف بلکہ رطب اللسان رہے اکثر کہا کرتے مولانا راشد الحق جرائد کی دنیا میں واحد مدیر ہیں جو قلم سے نہیں لکھتے کمپوزر کے ساتھ بیٹھ کر بولتے جاتے ہیں اور کمپوزر اسے لکھتا جاتا ہے جب فارغ ہوتے ہیں تو ایک شہ کار اور جاندار اور ادبی معیار اور موضوع و حالات کے حوالے سے تیر بہ ہدف شہ پارہ تیار ہو جاتا ہے۔ فانی صاحب جہاں ایک اچھے ادیب، عظیم شاعر، ایک لائق مدرس، بہترین مصنف اور کامیاب اتالیق تھے وہیں ایک اچھے انسان، بے ضرر مسلمان، کریم النفس، ہنس مکھ مزاج، کھلے دل کے مالک اور بلند اخلاق عالم دین بھی تھے اجتماعی معاملات، خاندانی حالات، بلکہ زندگی کے ہر موڑ میں بردبار اور حلیم تھے۔

..... 0 0 0 0

جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے فراغت اور جامعہ میں تقرر کے ساتھ ہی استاذی لکچر م مولانا سمیع الحق مدظلہم نے ان کو قلم پکڑنا سکھایا مضمون نگار بنے، شعر و ادب کے ادشناس بھی، سوانح نگار بھی، ادیب بھی، شارح بھی، اور ماہنامہ الحق کے خصوصی وقائع نگار بھی، وہ فارغ التحصیل ہوئے، تحصیل علم کے مراحل سے گذر کر حقانیہ میں مدرس کیا لگے، کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے حقانیہ کی روایات کے رازدان، اس کی حمیت کے دیدبان، اس کی عزت کے نگہبان اور اس کی آبرو کے پاسباں بن کر ساری زندگی گزار دی۔ شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق اور شیخ الحدیث مولانا انوار الحق جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مشائخ، حقانی برادری سمیت علمی و ادبی حلقے ان کے ادب و انشاء کے معترف رہے۔ ان کی تحریروں میں سلاست، روانگی، شگفتگی اور پختگی ان کے اسلوب کا امتیازی رنگ ہو گیا تھا وہ اپنی تحریروں میں، تصنیف و تالیف میں، منظوم کلام میں، اور مضامین کی بے ساختگی میں عالمانہ رنگ اور عالمانہ رنگ میں ادیبانہ ترنگ اور ان میں وزن اور وزن میں نکھار پیدا کرتے رہے۔

اپنے ہر مضمون میں، تصنیف میں اور کلام میں حقانی دلبستان کے انداز بیان اور مسلک و مشن کا پورا لحاظ رکھتے، خود شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب کو بھی ان کی ادبی خوش مذاقی اور تصنیفی خوش سلیقی پر بڑا بھروسہ تھا۔ میری تحریروں میں بھی بڑی دلچسپی لیتے تھے اس حوالے سے انہیں مجھ سے بڑی بے تکلفی تھی ان کی چچی تلی رائے، نقد و جرح اور ترمیم و اضافہ کی تجاویز کو میں سن کو خوش ہوتا، ان کو اپنی تحریر دکھانے اور انہیں اپنی کتاب پیش کرنے میں مجھے بڑی فرحت بلکہ لذت ملتی، اگر وہ پسند کر لیتے تو اسے اپنی محنت کو اصلی صلہ سمجھتا پھر مجھے یہ فکر نہ رہتی کہ کوئی دوسرا کیا رائے رکھے گا۔

..... 0 0 0 0

شکل و صورت میں وجاہت تھی چہرہ بڑا باوقار تھا اور آنکھوں میں علم کا نور اور زبان، علم و ادب سے معمور تھی۔ وہ جس مجلس میں شریک ہوئے محبت و احترام سے یاد کیے جاتے تھے انہوں نے بڑی علمی، ادبی، قلمی،

کتابی، درسی اور پاکیزہ زندگی بسر کی تاہم اپنی پاکیزگی میں بیہوشی اور خشکی نہیں آنے دی طبیعت کی شگفتگی آخر تک برابر باقی رکھی اپنے والد کی طرح دارالمدرسین کے ایک برآمدہ اور دو کمروں کی چھوٹی سی عمارت میں پوری زندگی بسر کر دی فرماتے اس گھر میں جو راحت ملتی ہے وہ اپنے گھر میں بھی محسوس نہیں ہوتی۔

..... 0 0 0

ذرائع آمدنی توکل علی اللہ تھا دارالعلوم سے جو بقدر کفاف تنخواہ ملتی تھی اس پر قانع رہ کر ساری زندگی گزار دی۔ راقم جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ان کے یہاں چار سال بعد آیا مگر ہم دونوں تقریباً سولہ سال تک دارالعلوم حقانیہ میں اور میرے جامعہ ابو ہریرہ آنے کے بعد مجموعی اعتبار سے تقریباً تیس اکتیس سال تک لازم و ملزوم رہے ایک جان دو قالب بلکہ عرض و جوہر بن کر رہے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے زمانہ میں تو یہ فیصلہ کرنا بھی مشکل ہوتا کہ کون لازم ہے کون ملزوم، کون جان ہے اور کون قالب، امیر خسرو کا یہ شعر جو مشہور ہے کہ ۔

تو من شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جس میں امیر خسرو نے من و تو اور جان و تن کی تفریق مٹا کر من دیگرم تو دیگری کا سوال ہی ختم کر دیا ہے ہم دونوں مؤتمراً المصنفین اور ماہنامہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ کی زندگی میں اس طرح رہے کہ انہوں نے اپنے کو میرے لئے اور میں نے اپنے کو ان کے لئے مٹایا، ان کے غصے پر مجھ کو پیار آتا اور میرے پیار پر ان کو غصہ آتا، کوئی تیس برس تک ہم دونوں کا تعلق مثالی رہا، وہ اس دنیا سے خوش گئے ہوں گے، مجھ سے ان کو کوئی شکایت نہیں ہوئی اور مجھ کو فخر ہے کہ میری ذات سے ان کو آخر وقت تک کوئی تکلیف نہیں پہنچی اور اب

ع ندماغ ہے نہ فراغ ہے نہ ٹکلیب ہے نہ قرار ہے

وہ میرے بہت کچھ تھے مخدومزادے بھی اور مخدوم بھی، قریبی دوست بھی، عزیز بھائی بھی، مشیر، رفیق کار، ہمد و دمساز، اور مخلص دوست۔ اب وہ نہیں رہے تو میں اپنے کو کچھ بھی نہیں پاتا۔

ع فریاد کہ غم دارم و غم خوار نہ دارم

..... 0 0 0

حضرت فانی صاحب علی مجالس میں بلبل ہزار داستان تھے جہاں بیٹھے ہوتے وہیں چھائے رہتے، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، ادب، تذکرے، تبصرے، عالمی حالات، سیاست اور تازہ ترین واقعات، شعر و سخن، غالب، مومن، اقبال، الغرض ہمہ جہتی موضوعات پر ایک سانس میں گفتگو کر کے سامعین کو ساکت و صامت بنائے رکھتے، ان سے ملنے کے بعد اس کے لئے جو کچھ کہنا تھا وہ سب کہتا تھا، شعر و سخن اور

علمی لطائف ہی کی آواز بلند ہوگی۔

جوں جوں عقل و شعور کا فور ہوتا گیا شعر و ادب کے حلقوں میں بڑی قد آور شخصیات سے ملاقات کا اتفاق ہوا مگر ان میں سب سے رعنا، دل آویز اور باغ و بہار شخصیت مولانا فانی ہی کو پایا جہاں بیٹھ گئے سو بیٹھ گئے دن ہے تو مجلس کے گل سرسبد بن گئے رات ہے تو شمع محفل نظر آئے۔

مولانا فانی صاحبؒ کی بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ سیاست کے اختلافی اور تلخ موضوعات پر بحث کرنے میں کتنے ہی منہمک ہوں رخ بدل جاتا تو یکا یک وہ بذلہ سنج، لطیفہ گو، قہقہوں اور چپچہوں کے بلا شرکت غیرے مالک ہو جاتے، شعر و ادب کے حوالے سے، شاعر و ادیب کے حوالے سے، سیاست و حکومت کے حوالے سے، حکمرانوں اور عمائدین کے حوالے سے برصغیر کا کوئی سیاسی، علمی، ادبی اور معاشرتی لطیفہ ایسا نہ ہوتا جو ان کے ذہن کے خزائن میں محفوظ نہ تھا وہ اپنے لطیفوں اور چٹکوں سے محفل کو کشتِ زعفران بنائے رکھتے۔

..... 0 0 0

سانحہ ارتحال سے چند روز قبل ملاقات ہوئی تو فرمایا شعر و ادب کا ذوق اپنی جگہ، اچھے بھلے تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی شعور نہیں رہا، فرمایا: ایک شاعر و ادیب کو اپنے کتاب ”نالہ زار“ بھیجی تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ تم نے کتاب کا نام ”نالہ“ رکھ دیا ہے حالانکہ اس کے علوم معارف اور مضامین تو دریا اور سمندر سے بھی زیادہ وسیع ہیں، لہذا اسے ”نالہ“ کہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس کا نام ”دریا زار“ یا ”سمندر زار“ ہونا چاہئے۔

فانی صاحب کی شاعری کا ایک بڑا حصہ نعت سے متعلق ہے وہ بڑے خوش قسمت تھے کہ انہیں سرورِ کونین ﷺ سے عشق تھا مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی محبت ان کو گھٹی میں پلائی گئی تھی ان کی نعتیں پڑھتے یا سنتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے جذبات حضور اقدس ﷺ کے خیر مقدم کے ترانے گنگنانے میں بے قابو ہو رہے ہیں ان کے احساسات کی مئے عشرت چھلک رہی ہے شادمانی کے پھولوں سے وہ لدے ہوئے ہیں عقیدت کے موتی جھلملا رہے ہیں ان کے ہر شعر میں گل و لالہ کی رعنائی ہے وہ نعت نہیں لکھ رہے بلکہ خوشی کے گیت گارہے ہیں انہوں نے اکابر، مشائخ اور والد مرحوم پر نظم میں مرثیے لکھے مگر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھے نہیں بلکہ ان کی تربت پر پھولوں کی چادریں چڑھائی ہیں صدر المدرسین مولانا عبدالحلیم زروبوی، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، قائد ملت مولانا مفتی محمود پران کے نوے ان کے قلم اور خود اردو ادب کے ان کی علمی اور ادبی تحریروں، نظم و نثر میں بڑی آب و تاب ہوتی ان کو خود اعتراف تھا کہ ان میں اندازِ گل افشانی، گفتارِ حقانی، مؤثر المصنفین، ماہنامہ الحق، اپنے خاندانی بزرگوں کی صحبت اور مولانا سمیع الحق ہی کے پیانہ و صہبا سے آئی ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں

اگرچہ وہ طبعی موت کے مرحلے سے گزر گئے ہیں مگر اپنی تحریروں اور شعر و ادب کی جنت میں ہمیشہ زندہ اور قائم رہیں گے۔

..... 0 0 0

سیدی و اسٹاذی شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم کے وفیات کے حوالے سے ادارتی تحریروں کی ترتیب و تالیف کا کام کرنے کا قلم فال ان کے نام نکلا، موصوف نے بڑے شوق، محبت اور بڑے مخلصانہ دلولوں کے ساتھ یہ خدمت انجام دی پریس اور طباعت کا کام میرے حوالے ہوا۔

”ایوان بالا میں شریعت بل کا معرکہ“ کی تالیف و ترتیب کا کام میرے سپرد ہوا دونوں کتابیں مکمل ہوئیں پریس اور طباعت کا کام میرے ذمے ہوا کرتا تھا فانی صاحب سے درخواست کی میں نے تو ویسے بھی جانا ہے، ”کاروانِ آخرت“ تم نے مرتب کی ہے ترتیب و تالیف کے ساتھ ساتھ اس کی طباعت کے کام میں بھی تمہارا حصہ بن جائے تو زیادہ موزون رہے گا۔ فرمایا: بہت اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ٹائٹل کا مرحلہ درپیش تھا سید نفیس شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کا نام سن کر وہ ٹائٹل بنانے کے لئے تیار ہو گئے، شرط یہ لگائی کہ میرے ساتھ بیٹھے رہو گے تو کام کر دوں گا، ہم دونوں حاضر خدمت رہے حضرت نفیس شاہ صاحب کتابت میں مصروف تھے ہم بھی خاموش رہے کہ ان کے لکھنے میں خلل نہ آئے حاضرین پر بھی سکوت طاری تھا کسی حوالے سے نفیس شاہ صاحب نے کوئی شعر سنا دیا، بس پھر کیا ہوا کہ فانی صاحب کے بندھن کھل گئے لکھائی اور کتابت کی محفل، شعر و ادب میں ڈھل گئی سید نفیس شاہ صاحب خود بھی شاعر تھے، اور انہیں ہزاروں شعر از بر تھے دونوں شعر و ادب کے حوالے سے بولتے رہے، اور ہم محفوظ ہوتے رہے۔ یہ نشست تین گھنٹے جاری رہی مگر ہمیں خبر ہی نہ ہوئی کہ وقت کیسے گزرا اس دوران ”کاروانِ آخرت“ کا ٹائٹل مکمل ہوا اور ہم لوگوں نے ٹائٹل حاصل کیا اور شعر و ادب کے حوالے سے ایک یادگار محفل کا حظ وافر بھی حاصل ہوا۔

..... 0 0 0

ایک مرتبہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں اساتذہ کرام کا مشاورتی اجلاس تھا مجھے ادارے کے کسی کام پر لگا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اساتذہ کے مشاورتی اجلاس میں شریک نہ ہو سکا، اس موقع پر آثار السنن کی میری اردو شرح ”توضیح السنن“ کی پہلی جلد چھپ کر آئی تھی، دوسرے روز مولانا فانی صاحب نے بتایا کہ مشاورت سے قبل بعض نوجوان اساتذہ کی باہمی گفتگو میں یہ بات بھی سنی گئی کہ عبدالقیوم حقانی نے توضیح السنن میں پہلی سے چھپی ہوئی چیزوں کو پھر سے جدید قلمی ترتیب دے کر نئی شرح لکھ ڈالی ہے شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق مدظلہم کے کانوں میں اس ناقدانہ گفتگو کی ہنک پہنچی تو خود بخود غصہ ہوا اور فرمایا: حقانی نے توضیح

السنن میں حقائق السنن کے حوالے دے دے کر پھر سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے علوم و معارف کو زندہ کر دیا ہے یہ ایک علمی کارنامہ ہے جو ہم سب کیلئے بھی اور دارالعلوم حقانیہ کے لئے بھی افتخار ہے۔ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحقؒ کا لہجہ بڑا نرم، میٹھا اور حکیمانہ تھا، شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب نے فرمایا تنقید کا حق انہیں دیا جاسکتا ہے جو کم از کم اس طرح کی نقل و ترتیب اور تالیف کا ایک صفحہ تو لکھ سکیں۔ فانی صاحب نے فرمایا: مگر مجھے بہر حال بعض نوجوان اساتذہ کی یہ تنقید اور ان کے لب و لہجہ کا انداز شدید ناگوار گزرا، مغرب کے بعد ”توضیح السنن“ کا اپنا نسخہ اٹھایا جگہ جگہ سے دیکھا بہت عمدہ پایا اور قلم و کاغذ لے کر بیٹھ گیا اللہ پاک نے الہام فرمایا اور ایک عمدہ منظوم کلام بن گیا اسے بطور ہدیہ تبریک قبول فرمائیے میں نے نظم دیکھی تو مشکل زمین میں، عمدہ ترین اور ہر حوالے سے بہترین کلام پایا۔ بعد میں اسے ”توضیح السنن“ کے ساتھ شائع کر دیا دو تین اشعار آپ بھی ملاحظہ فرمادیں.....

شرح حدیث مصطفیٰؐ بانام توضیح السنن توضیح اقوال نبیؐ آں صاحب شیریں سخن
مژدہ برائے طالبان انعام ربّ ذو المنن تشریح آثار السنن تردید آرباب فتن
اس کے ہر اک اک لفظ سے دیکھو ثقافت آشکار اس کا ہر اک اک حرف ہے گویا عقیق اندر یمن

..... 0 0 0

اردو شعر و ادب ہو یا اردو شاعری اور نظم ہو آغاز ہی میں زیادہ تر ان افکار و خیالات، اقدار و روایات اور تعبیرات و استعارات کی پیروی کی گئی ہے جو فارسی شاعری میں مروج تھے اس لئے اردو شاعری میں بھی شروع ہی سے محبوب کے لب و عارض کا نقشہ کھینچنے، گیسو و کمر کو ناپنے اور بادہ و مینا کی بزمیں آراستہ کرنے کی روایت رہی ہے پھر جب اشتراکی تحریک اٹھی اور ترقی پسند شاعری کو وجود ملا تو بات عاشق کے دل زار اور محبوب کے حسن دل و فکر سے بطن مزدور تک آپہنچی اور ایک نئے ادب نے جنم لیا جس میں غریبوں اور مزدوروں کی محرومی، سرمایہ داروں کے خلاف احتجاج اور ارباب اقتدار سے بغاوت کے خیالات مچنے لگے۔ اعلیٰ اخلاقی قدروں کو ابھارنے اور صالح اعمال کی طرف ترغیب دینے کے لئے نہ پہلی قسم کی شاعری میں کوئی جگہ تھی اور نہ دوسری قسم کی شاعری میں بلکہ ترقی پسند شاعری میں تو مذہب، خدا، رسول، مذہبی شعائر اور بعض مسئلہ اخلاقی اقدار کا مذاق بھی اڑایا جانے لگا، یہ صورتحال قوم و ملت کیلئے ایک بدبختی اور غصہ تھی جو اس پر مسلط کی جا رہی تھی کیونکہ ادب نظم ہو یا نثر یا اس کی کوئی بھی صنف ہو انسانی زندگی کی تعمیر اس کا بڑا ہدف ہے جو مشین تعمیر کے لئے ہو وہی تخریب کا کام کرنے لگے تو اس سے زیادہ محرومی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ تاہم اس سے کچھ مستثنیات بھی ہیں ان مستثنیٰ شخصیات میں خواجہ مجذوب، حکیم اختر، اور اقبالؒ سب سے اہم نام ہیں۔ اقبالؒ کو جس حد تک ہم شاعر اور ادیب سمجھیں اور ان کے کلام کو آفاقیت ملی

وہ ان کی فکر کی سلامتی، اس پر استقامت اور انقلاب انگیز دعوت حق کا جذبہ بے کراں ہے۔

ہمارے فانی صاحب نام و شہرت میں خواجہ مجذوب، حکیم اختر اور اقبال نہ سہی مگر انہوں نے شعر و ادب کو نیارنگ و آہنگ اور شاعری کو نیا ولولہ اور ڈھنگ دیا انہوں نے شعر و ادب میں قلم و کتاب، مطالعہ و اکتساب، ذوق علم اور کتابی ولولوں کو امتیازی مقام بخشا.....

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے

عشق کے درد مند کا طرزِ کلام اور ہے

فانی صاحب واقعی قلم و کتاب، مطالعہ اور کتاب سے اکتساب کے درد مند تھے ان کے طرز کلام کا تمام تر ہدف کتاب ہے ان کا فروغ کتاب کے مشن اور ہدف پر جتنا کلام آیا ہے وہ نابینائے بصیرت کو بینا بنانے کے لئے کافی ہے ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ، کتاب و مطالعہ، قلم اور شعر و ادب کی دعوت، تحریر و تصنیف کی ترغیب، تشویق اور تحسین و تشجیع کی سعی و کاوش سے عبارت ہے۔

..... 0 0 0

ان کے ادبی سرمایہ کی تہہ میں جھانک کر دیکھئے تو ان سب کا فکری سرچشمہ دعوتِ مطالعہ، شوق علم، ذوق تصنیف و تالیف اور استعمالِ قلم ہے الفاظ اور تعبیر کے فرق کے ساتھ ان کے اشعار و ادب اور افکار میں ہر جگہ کتابی ذوق اور فروغ کتاب کی دعوت ملتی ہے، زین الحافل، توضیح السنن، شرح صحیح مسلم، شرح شامل، الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی، ابوالکلام آزاد، شیخ الحدیث مولانا عبدالحی، قائد ملت مولانا مفتی محمود، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، فدائے ملت مولانا اسعد مدنی، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور القاسم اکیڈمی کے مطبوعہ دیگر دسیوں کتابوں پر آپ کے جو منظوم تاثرات چھپے ہیں وہ شعر و ادب کا ایک عمدہ ترین نمونہ ہیں جن کا ہدف فروغِ قلم اور ترویجِ علم و کتاب ہے اس حوالے سے فانی صاحب وہ تنہا ادیب اور بلند پایہ شاعر ہیں جن کے اشعار کا ایک بڑا حصہ فروغِ علم اور قلم و کتاب کے لئے وقف ہے.....

ع تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

..... 0 0 0

ایک مرتبہ جامعہ ابو ہریرہ تشریف لائے کچھ احباب جمع ہو گئے قدیم و جدید شاعری زیر بحث تھی اپنی اپنی پسند کے شعراء کا ذکر ہو رہا تھا اور اپنے پسندیدہ شعراء کا کلام بھی سنایا جا رہا تھا فانی صاحب سن بھی رہے تھے اور سنا بھی رہے تھے بات آگے بڑھی مشترک شعراء کے بارے میں آگے بڑھنے لگے، حضرت فانی صاحب ان

کی بے ہودہ گفتگو برداشت نہ کر سکے کہا چھوڑ دو، کیا عریاں مناظر دکھا رہے ہو، فرمایا:

”ادب برائے ادب‘ ایک بے روح اور بے جان ادب ہے جو انسان کو حقیقت آگاہ نہیں کرتا اسے ادب نہیں کیا جاسکتا فرمایا: ادب تو وہ ہے جو زندگی کو ادبی گداز عطا کرے نہ کہ نفس و نفس کی لذت‘ ایک آوارہ قبچہ یا بے مقصد چچہ ادبی مساعی کا ہدف نہیں ہونا چاہئے، جس ادب سے دل میں ایمانی اور روحانی تلاطم پیدا نہ ہو اور وہ فکر و عمل کو روحانی انقلاب سے ہمکنار نہ کر سکے وہ ادب کیا ہے؟ اگر ادیبوں کا ادب‘ شاعروں کا کلام‘ اور خطیبوں کے رشتات فکر و چمن انسانیت کو افسردہ کر کے رکھ دیں اور اس کے کردار و عمل کے لئے بادِ سموم بن جائیں تو اس کی کوئی قیمت نہیں۔ فن وہ ہے ادب وہ ہے جس کی تاثیر انقلابی ہو جو انسانیت کو حق سے آشنا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور جو علم و فن، قلم و کتاب، شعر و ادب اس قوتِ اعجاز سے خالی ہو وہ بے فیض اور نامراد ہے پھر بڑے دردناک لب و لہجہ میں اقبال کا یہ کلام سنایا کہ.....

اے اہل نظر ! ذوقِ نظر خوب ہے لیکن	جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا ؟
مقصود ہنر سوزِ حیاتِ ابدی ہے	یہ ایک نفس دو نفسِ مثلِ شرر کیا ؟
جس سے دلِ دریا متلاطم نہیں ہوتا	اے قطرہِ نیساں ! وہ صدف کیا ! وہ گہر کیا ؟
شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو	جس سے چن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا ؟
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں	جو ضربِ کلیسی نہیں رکھتا ، وہ ہنر کیا ؟

..... 0 0 0 0

فانی صاحب کی سیرت، ان کا اخلاق اور ان کی شرافت ان کی شاعری کی طرح زبان زدِ خاص و عام ہے وہ طبعاً سنجیدہ، متین، متواضع و رمنکسر المزاج واقع ہوئے تھے جس سے بھی ملتے تھے انتہائی خلوص و محبت سے ملتے تھے دوسروں کی مثال کیا دوں خود مجھ سے ایک مرتبہ تعلق قائم ہوا زندگی بھر بھانے کی کوشش میں انہیں سبقت حاصل رہی، ہفتہ دو میں جامعہ ابو ہریرہ تشریف لائے بغیر انہیں قرار حاصل نہیں ہوتا تھا انہوں نے کبھی بھی اپنے شعر و ادب یا اعلیٰ ترین صلاحیتوں کا رعب ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ بڑی عرق ریزی اور جگر کاوی سے کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ میرے ساتھ بھی ان کا تعلق کا قلم و کتاب اور شعر و ادب کے حوالے سے مستحکم رہا، ان کا یہ ادبی رشتہ بعض صورتوں میں قرابت سے بھی زیادہ گہرا تھا وہ شعر و سخن کے محفل سے کبھی نہیں اکتاتے تھے بلکہ وہ تشہ کا مان ادب اور جرہ کشان غزل کا قبلہ حاجات بنے رہتے۔